# اَلْكَلِمَةُ الْمُلْهِمَةُ

## سوالا جوابا

مرتب:

محمد انس بندیالوی

# تنظیم المدارس کے نصاب میں شامل
# ابطالِ فلسفہ کی کتاب

# اَلْکَلِمَۃُ الْمُلْھَمَۃُ فِی الْحِکْمَۃِ الْمُحْکَمَۃِ
# لِوَھَاءِ الْفَلْسَفَۃِ الْمُشْئَمَۃِ

## کے امتحان کے لئے معاون کتاب

# فہرست

سوال نمبر(1):اعلی حضرت امام احمد رضاخان علیہ الرحمۃ کا مختصر تعارف اور ابطالِ فلسفہ پر لکھے گئے رسالے کا نام بتائیں؟......................................................................................................5

سوال نمبر(2): کیا فلاسفہ واجب(باری تعالی)کو کائنات کا خالق مانتے ہیں یا نہیں؟ ................................5

سوال نمبر(3): فلاسفہ واجب(باری تعالی) کو فقط ایک شے کا خالق کیوں مانتے ہیں؟ .............................6

سوال نمبر(4): تعطیلِ صانع کا نظریہ اور فلاسفہ کا قاعدہ "الواحد لا یصدر عنه الا واحد" کیوں غلط ہے؟......6

سوال نمبر(5): فلاسفہ کاواجب(باری تعالیٰ) کے علم کے متعلق کیا نظریہ ہے، مفصلاً بیان کریں؟..............7

سوال نمبر(6): فلاسفہ کا یہ نظریہ "واجب(باری تعالیٰ) کو جزئیات کا علم نہیں ہے"(العیاذ باللہ)،اس کا علمی جواب دیں؟.......................................................................................................8

سوال نمبر(7): فلاسفہ کا معجزات کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟...................................................9

سوال نمبر(8): معجزات کے انکار کا شرعی حکم کیا ہے اور فلاسفہ کے نظریے کا جواب کیا ہے ؟ ..............10

سوال نمبر(9): حشرِ اجساد اور معادِ جسمانی کے بارے میں فلاسفہ کا کیا نظریہ ہے اور اس کا حکمِ شرعی کیا ہے؟...11

سوال نمبر(10): حشرِ اجساد اور معادِ جسمانی کے انکار میں فلاسفہ کے شبہات بیان کریں؟.........................12

(1)شبہ آکل وماکول: ......................................................................................12

(2)شبہ اعادۂِ معدوم: ......................................................................................12

(3)شبہ عدمِ ضرورت عالمِ ثانی:...............................................................................12

سوال نمبر(11): حشرِ اجساد اور معادِ جسمانی کے انکار میں فلاسفہ کے شبہات کے جوابات بیان کریں؟...........13

(1)شبہ آکل وماکول کا جواب: ..............................................................................13

(2)شبہ اعادۂ معدوم کا جواب: ............................................................14

(3)شبہ عدمِ ضرورت عالمِ ثانی کا جواب:.......................................................15

سوال نمبر(12):فلاسفہ کے نزدیک زمانے کا کیا نظریہ ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟..............................16

سوال نمبر(13):فلاسفہ کے نزدیک زمانہ ازلی ہے ، اس کی کیا دلیل ہے؟......................................16

سوال نمبر(14):فلاسفہ کے اس باطل نظریے(زمانہ ازلی ہے) کا ردّ لکھیں ؟ ..................................17

سوال نمبر(15):فلاسفہ کا افلاک کے بارے میں کیا نظریہ ہے اور اس کا کیا حکم ہے ؟ .......................20

سوال نمبر(16):قدیم زمانی اور قدیم نوعی کیوں کفریہ نظریہ ہے؟............................................20

## سوال نمبر (1) :اعلی حضرت امام حمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا مختصر تعارف اور ابطالِ فلسفہ پر لکھے گئے رسالے کا نام بتائیں؟

### جواب:

اعلی حضرت، امام احمد رضا خان بریلوی (1272-1340 ہجری، بمطابق 1856-1921 عیسوی) ایک معروف اسلامی عالم اور فقیہ تھے۔ آپ نے علمِ فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر کثیر علوم میں گہرائی سے کام کیا۔ آپ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے بے شمار علمی تصنیفات پیش کیں۔ آپ کی تصنیف "فتاویٰ رضویہ" ایک اہم دینی ماخذ سمجھی جاتی ہے۔
اسی فتاوی رضویہ کی ستائیسویں جلد میں ابطالِ فلسفہ قدیمہ پر رسالہ بنام **اَلْکَلِمَۃُ الْمُلْھَمَۃُ فِی الْحِکْمَۃِ الْمُحْکَمَۃِ لِوَھَاءِ الْفَلْسَفَۃِ الْمُشْئَمَۃِ** (منحوس فلسفہ کی کمزوری کے لئے ، الہام شدہ مضبوط حکمت کے کلمات) موجود ہے۔

## سوال نمبر (2): کیا فلاسفہ واجب (باری تعالی) کو کائنات کا خالق مانتے ہیں یا نہیں؟

### جواب:

کائنات کی تخلیق کے بارے میں فلاسفہ کا نظریہ تفصیل طلب ہے ، فلاسفہ واجب (باری تعالی) کو قدیم ذاتی و زمانی اور صانع ِعالم ومبدعِ عالم (کائنات کا خالق) مانتے ہیں، البتہ وہ واسطے کو بھی مانتے ہیں یعنی واجب (باری تعالی) نے سب سے پہلے عقلِ اول کو پیدا کیا، پھر عقلِ اول نے عقلِ ثانی کو، اسی طرح یہ سلسلہ عقلِ عاشر تک چلتا رہا، پھر عقلِ عاشر نے کائنات کو تخلیق کیا اور یہی عقل، کائنات کی تدبیر (تصرفات و تغیّرات) بھی کرتی ہے، چنانچہ عقلِ عاشر کو "عقل فعّال، مَبدَ اَ فیضان
مُبدِ اَ فیّاض اور مُدبّرِ عالَم" بھی کہتے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ واجب (باری تعالی) نے بلاواسطہ فقط عقلِ اول کو پیدا کیا ہے، اس کے بعد واجب (باری تعالی) نے بلا واسطہ کسی بھی شے کو نہ تو تخلیق کیا ہے اور نہ وہ اب کائنات میں مؤثر ہے ، یہ عقیدہ "تعطیلِ صانع" کہلاتا ہے ، جو" کفریہ عقیدہ "ہے۔

## سوال نمبر (3): فلاسفہ واجب (باری تعالی) کو فقط ایک شے کا خالق کیوں مانتے ہیں؟

### جواب:

فلاسفہ کے نزدیک قاعدہ ہے کہ "الواحد لا یصدر عنه الا واحد" یعنی جو ذات ہر لحاظ سے واحد ہو گی تو اس سے ایک ہی شے تخلیق ہو گی ، اور واجب (باری تعالی) ہر لحاظ سے واحد ہے، چنانچہ اس سے ایک ہی شے تخلیق ہو گی، نتیجتاً واجب (باری تعالی) نے فقط عقلِ اول کو پیدا کیا اور بس! (نعوذ باللہ من ذالک)۔

## سوال نمبر (4): تعطیلِ صانع کا نظریہ اور فلاسفہ کا قاعدہ "الواحد لا یصدر عنه الا واحد" کیوں غلط ہے؟

### جواب:

اللہ سبحانہ وتعالی نے بذاتِ خود تمام کائنات کو تخلیق کیا ہے اور وہی پوری کائنات کا مدبّر ہے، اس کائنات کی تخلیق میں اسے کسی غیر کی بالکل حاجت نہیں۔

(1) فلاسفہ کا قاعدہ ان کے حلق میں پھنس جائے گا ؛ کیونکہ جب کسی شے کو تخلیق کیا جاتا ہے تو پہلے اس کی ماہیتِ ذہنیہ ہوتی ہے، پھر مادہ پھر مراحلِ تخلیق پھر تکمیل وجودِ خارجی۔

اگر فلاسفہ کے قاعدے کو تسلیم کر لیا جائے تو عقلِ اول کا وجود بھی ثابت نہیں ہو گا؛ کیونکہ قاعدے کی بناء پر خارج میں صرف عقلِ اول کا مادہ ہو گا، بقیہ تکمیلی مراحل خارج میں موجود نہیں ہوں گے، گویا آپ کا قاعدہ عقلِ اول کے کامل وجود کو باطل کر رہا ہے۔

(2) عقلِ اول کا مادہ کون سا ہو گا؟ اس کی تعیین یقیناً ذہن میں ہو گی ، جب ذہن میں عقلِ اول کے مادے کی تعیین ہو جائے گی تو اس معین مادہ پر بھی شے کا اطلاق ہو گا، تو اب فلاسفہ کے قاعدے کے مطابق ، دوسری شے ذہن میں صادر نہیں ہو سکتی، جب دوسری شے ذہن میں صادر نہیں ہو سکتی تو خارج میں بدرجہ اولیٰ صادر نہیں ہو گی، گویا فلاسفہ کا قاعدہ، عقلِ اول کے مادہ کو بھی خارج میں تخلیق ہونے نہیں دے گا۔

(3) اگر (بفرض محال) آپ کے قاعدے کو ہم تسلیم کر بھی لیں ، پھر بھی ہمیں مضر نہیں؛ کیونکہ مبدعِ عالم (باری تعالیٰ) ذات کے اعتبار سے واحد ہے اور اس کی صفات کثیر ہیں، چنانچہ کثرتِ تخلیق، کثرتِ صفات کی وجہ سے ہے۔

(4) عقلِ عاشر کی جہات کے متعلق فلاسفہ کے تین (3) اقوال ہیں، بعض کے نزدیک عقلِ عاشر کی تین (3) جہات ہیں، بعض کے یہاں چار (4) اور بعض فلاسفہ پانچ (5) جہات کے قائل ہیں، البتہ عقلِ عاشر کے لامتناہی تصرفات پر تمام فلاسفہ متفق ہیں، تو سوال یہ ہے کہ، جب عقلِ عاشر پانچ (5) جہتوں سے لامتناہی کام سرانجام دے سکتی ہے، تو کیوں جائز نہیں کہ واجب (باری تعالی) کی وحدانیت میں وہ کمال ہو کہ وہ ایک جہت سے لامتناہی کام سرانجام دے ؟

## سوال نمبر (5): فلاسفہ کا واجب (باری تعالیٰ) کے علم کے متعلق کیا نظریہ ہے، مفصلاً بیان کریں؟

### جواب:

فلاسفہ، واجب (باری تعالیٰ) کے لئے کلیات کا علم مانتے ہیں، لیکن جزئیات کا علم نہیں مانتے، یہ کفریہ نظریہ ہے۔

**تفصیل:**

(1) قاعدہ ہے کہ "علم ہمیشہ معلوم کے تابع ہوتا ہے"، یعنی پہلے معلوم ہوگا پھر علم ہوگا۔

(2) قاعدہ ہے کہ "معلوم کی جیسی کیفیت و حالت ہوگی، ویسی ہی علم کی کیفیت وحالت ہوگی"، مثلاً: زید نے صبح کے وقت کھڑکی سے باہر دیکھا کہ بارش نہیں تھی (یہ معلوم ہے)؛ لہٰذا زید کا علم بھی یہی ہوگا کہ، صبح کے وقت بارش نہیں تھی۔

(3) قاعدہ ہے کہ "جب بھی معلومات میں تغیّر وتبدّل ہو، تو لازماً علم میں بھی تغیّر و تبدّل ہوگا"، مثلاً: جمعرات کو سورج میں گرہن نہیں تھا، جمعے کے روز سورج کو گرہن لگا، پھر ہفتے کے دن سورج میں گرہن نہیں لگے گا۔

اب جب معلومات میں ماضی ،حال اور استقبال کے لحاظ سے تبدیلی ہے، تو لازماً علم میں بھی تبدیلی ہوگی۔

جب یہ تینوں قاعدے سمجھ لئے تو یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ، واجب (باری تعالیٰ) کو جزئیات کا علم نہیں ہے (العیاذ باللہ)؛ کیونکہ جزئیات میں تغیّر وتبدّل ہوتا رہتا ہے، اور "علم ہمیشہ معلوم کے تابع ہوتا ہے"؛ تو لازماً واجب (باری

تعالیٰ) کے علم میں تغیّر و تبدّل بھی ہو گا، یہ تغیّر و تبدّل محال ہے ،لہٰذا واجب(باری تعالیٰ) کو جزئیات کا علم نہیں ہے(العیاذ باللہ)۔

## سوال نمبر(6): فلاسفہ کا یہ نظریہ کہ "واجب(باری تعالیٰ) کو جزئیات کا علم نہیں ہے"(العیاذ باللہ)،اس کا علمی جواب دیں؟

**جواب:**

(1)عند المناطقہ بدیہی بات ہے کہ "کلی کا وجود، جزئی کے ضمن میں ہوتا ہے"،جب تک جزئی نہ ہو تو کلی بھی نہیں، عند الفلاسفہ جب واجب(باری تعالی) کو جزئیات کا علم نہیں ہے ، تو کلیات کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟ گویا جزئیات کے علم کے انکار سے ، کلیات کے علم کا انکار بھی لازم آئے گا ، اور اس سے واجب(باری تعالی) کے لئے جہلِ مطلق(العیاذ باللہ)لازم آئے گا جو کہ پچھلے کفر سے بدتر ہے۔

(2)جس طرح جزئیات کے تغیّر و تبدّل سے علم میں تغیّر و تبدّل آتا ہے، اسی طرح کلیات کے مختلف ہونے سے بھی علم میں تغیّر و تبدّل ہوتا ہے،مثلاً: زید جزئی ہے، پہلے ہمارے ذہن میں اس کا کلی تصور "انسان" آتا ہے پھر کلی تصور حیوان آتا ہے پھر کلی تصور جسمِ نامی وغیرہ آتا ہے۔

اگر جزئیات کے تغیّر و تبدّل کی وجہ سے، واجب(باری تعالی) کے لئے جزئیات کا علم محال ہے تو کلیات کے تغیّر و تبدّل کی وجہ سے،واجب(باری تعالی) کے لئے کلیات کا علم بھی محال ہونا چاہیے، گویا جزئیات کے علم کے انکار سے ، کلیات کے علم کا انکار بھی لازم آئے گا،اور واجب(باری تعالی) کے لئے جہلِ مطلق(العیاذ باللہ) بھی لازم آئے گا۔

(3)فلاسفہ صرف ماضی ،حال اور استقبال کی تبدیلی کی وجہ سے واجب(باری تعالی) کے لئے جزئیات کے علم کا انکار کرتے ہیں، جبکہ کثیر انواع واجناس وعوارضاتِ کلیہ کو ثابت مانتے ہیں اور لامتناہی مانتے ہیں۔

اگر صرف تین تغیرات کی وجہ سے واجب(باری تعالی) کو جزئیات کا علم نہیں ،تو لامتناہی تغیرات کی وجہ سے کلیات کا علم بھی بدرجہ اولی نہیں ہو گا۔ لہذا فلاسفہ بعض متغیرات کے علم کو واجب(باری تعالی) کے لئے جائز مانتے ہیں اور بعض کو محال جو کہ کھلا تضاد ہے اور یہ درست نہیں۔

(4)عند الفلاسفہ "قدیم ہونا اور متغیر ہونا"، یکجا ہو سکتا ہے؛ کیونکہ فلاسفہ عالَم کو قدیم اور متغیر مانتے ہیں، جب عالَم میں "قدیم ہونااور متغیر ہونا"، یکجاہو سکتاہے تو واجب (باری تعالی ) کے علمِ جزئی میں "قِدَم اور تغیّر "کا یکجاہونا، فلاسفہ کو محال کیوں نظر آرہاہے ؟

(5)عند الفلاسفہ واجب (باری تعالی) کے لئے ہر قسم کا عیب محال ہے، اگر واجب (باری تعالی) کو جزئیات کا علم نہ ہو تو جہل لازم آئے گا، اور جہل بھی عیب ہے، چنانچہ واجب (باری تعالی) کے لئے جزئیات کا علم ماننا ضروری ہو گا، تا کہ عیب کی نسبت نہ ہو۔

(6)فلاسفہ کا یہ قاعدہ کہ "علم ہمیشہ معلوم کے تابع ہو تا ہے"، یعنی پہلے معلوم ہو گا پھر علم ہو گا، فقط مخلوق کے علم کے لحاظ سے درست ہے؛ کیونکہ مخلوق کا علم ، خارجی معلومات سے حاصل ہو تا ہے، لہذا قاعدہ دراصل یوں ہے "مخلوق کا علم، ہمیشہ معلوم کے تابع ہو تا ہے"۔

یہ قاعدہ خالق کے علم کے لحاظ سے درست نہیں؛ کیونکہ خالق کا علم ، مخلوق کے علم کے برعکس ہے ، یعنی واجب (باری تعالی) کو کائنات کے وجود سے پہلے تمام اشیاء کا علم ہے اور جیسا اسے علم ہے، ویسے ہی تمام مخلوقات کا وجود بعد کو آیا ہے ، گویا واجب (باری تعالی) کا علم اصل و متبوع ہے، اور معلومات فرع و تابع ہیں۔ اور قاعدہ دراصل یوں ہے "خالق کا علم، ہمیشہ متبوع ہو تاہے اور معلومات تابع ہوتی ہیں"۔

(7)فلاسفہ واجب (باری تعالی) کو جزئی حقیقی مانتے ہیں، اور یہ بھی مانتے ہیں کہ واجب (باری تعالی) کو اپنی ذات کا علم ہے، اگر واجب (باری تعالی) کو جزئیات کا علم نہیں ہے تو واجب (باری تعالی) کو اپنی ذات کا علم بھی نہیں ہو گا، اور جسے اپنی ذات کا بھی علم نہ ہو تو اسے کلیات کا بھی علم نہیں ہو گا بلکہ اسے واجب (باری تعالی) کہنا بھی درست نہ ہو گا۔

گویا جزئیات کے علم کے انکار سے، کلیات کے علم کا انکار بھی لازم آئے گا، اور واجب (باری تعالی) کے لئے جہلِ مطلق بھی لازم آئے گا، بلکہ رب تعالی کی ذات کا انکار بھی لازم آئے گا۔(العیاذ باللہ)

## سوال نمبر (7): فلاسفہ کا معجزات کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟

**جواب:**

فلاسفہ معجزات کا انکار کرتے ہیں؛ کیونکہ معجزات خلافِ عقل ہیں،اس کے علاوہ فلاسفہ علت میں تاثیرِ حقیقی کے قائل ہیں،مثلاً:سورج سے روشنی کا صدور، آگ سے جلنے کا صدور وغیرہ بالذات مانتے ہیں، فلاسفہ کے نزدیک یہ محال ہے کہ آگ نہ جلائے وغیرہ۔

## سوال نمبر (8): معجزات کے انکار کا شرعی حکم کیا ہے اور فلاسفہ کے نظریے کا جواب کیا ہے؟

### جواب:

معجزات کا مطلقاً انکار کفر ہے، چنانچہ فلاسفہ کا یہ نظریہ بھی کفریہ ہے۔

**فلاسفہ کے نظریے کا جواب:**

(1)جو شخص بھی معجزات کا انکار کرے تو اس سے پہلا سوال یہ کیا جائے کہ وہ اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفتِ قدرت کو مانتا ہے یا نہیں؟

اگر وہ اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفتِ قدرت کو مانتا ہے تو اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ انبیاء کرام سے ،اُن افعال کا ظہور فرمائے،جو عادتاً صادر نہیں ہوتے،خواہ وہ انگلیوں سے پانی نکالنا ہو یا مردے زندہ کرنا ہو وغیرہ۔

اور اگر وہ اللہ تعالی کی ذات اور اس کی صفتِ قدرت کو نہیں مانتا تو موضوعِ بحث معجزات نہیں ہوں گے بلکہ موضوعِ بحث وجودِ باری تعالی اور صفاتِ باری تعالی ہوں گے۔

(2)اگر ایک چھوٹا سا بچہ کسی بڑے جہاز کو آسانی سے رسی کے ذریعے کھینچ رہا ہو تو ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ یقیناً یہاں پر کوئی پوشیدہ قوت ہے جو ہمیں نظر نہیں آ رہی،ورنہ ایک چھوٹا بچہ جہاز کو کیسے کھینچ سکتا ہے؟ بالکل اسی طرح آگ کا جلانا ہے، آگ خود ایک جمادات میں سے ہے، جس میں شعور نہیں اور وہ فاعل بالاختیار بھی نہیں، کوئی چیز اگر آگ سے جل رہی ہو تو آگ خود اسے روک بھی نہیں سکتی،لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ یہاں پر پوشیدہ قوت ہے جو کہ آگ سے اس فعل کو صادر کر رہی ہے، ثابت یہ ہوا کہ فلاسفہ کا یہ کہنا کہ "علت میں تاثیرِ حقیقی ہوتی ہے" درست نہیں۔

(3)معجزات کو خلافِ عقل کہنا فلاسفہ کی ہٹ دھرمی اور مغالطہ دہی ہے، فلاسفہ ماورائے فہم ، خلافِ عادت اور خلافِ عقل کو یکجا کر کے دھوکا دیتے ہیں۔

ماورائے فہم کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا ہماری سمجھ سے بالا تر ہونا یا فی الوقت اس کا سمجھنا دشوار ہونا، مثلاً: آج سے دو سو سال پہلے کسی شخص کے لئے یہ چیز ماورائے فہم تھی کہ "ایک شخص مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں، وہ دونوں جب چاہیں ایک دوسرے سے رابطہ کریں، بات سنیں، تصویر دیکھیں وغیرہ۔

خلافِ عادت کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ شے جو امورِ عادیہ میں سے نہ ہو بایں طور کہ وہ عام بشری طاقت سے بالاتر ہو اور عام انسانوں کے دائرہ قدرت میں نہ آتی ہو، مثلاً: مردوں کو زندہ کرنا پہلے بھی عادتاً ممکن نہ تھا اور آج بھی ممکن نہیں، البتہ انبیاء کرام سے اس کا صدور ممکن ہے۔

خلافِ عقل کا معنی یہ ہے کہ کسی شے کے بارے میں عقلی قطعی دلیل موجود ہو جو دلالت کرے کہ یہ شے کبھی بھی کسی سے وقوع پذیر نہیں ہو سکتی، مثلاً: شریکِ باری تعالی، کبھی بھی موجود نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ معجزات کے متعلق فلاسفہ کا یہ کہنا کہ یہ "خلافِ عقل ہے" درست نہیں، کیونکہ معجزات خلافِ عادت تو ہو سکتے ہیں لیکن خلافِ عقل نہیں ہو سکتے اور خلافِ عادت کا صدور ممکن ہے چنانچہ انبیاء سے معجزات کا صدور ممکن ہے۔

## سوال نمبر (9): حشرِ اجساد اور معادِ جسمانی کے بارے میں فلاسفہ کا کیا نظریہ ہے اور اس کا حکمِ شرعی کیا ہے؟

### جواب:

فلاسفہ صرف معادِ روحانی (آخرت میں صرف روح کے ساتھ سزا و جزا کا معاملہ ہو گا، جسم کے ساتھ نہیں) کو مانتے ہیں اور معادِ جسمانی وحشرِ اجساد کا انکار کرتے ہیں، یعنی انسانی جسم میں روح قید ہے، جب روح نکل جائے تو اب جسم کو کائی فائدہ نہیں، چنانچہ دنیا سے جسم کے فنا ہونے کے بعد جسم کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی اور روح دوسرے جہاں میں منتقل ہو جاتی ہے، یہ نظریہ کثیر نصوصِ قرآنیہ کے انکار پر مشتمل ہونے کی وجہ سے، کفریہ نظریہ ہے۔

## سوال نمبر (10):حشرِ اجساد اور معادجسمانی کے انکار میں فلاسفہ کے شبہات بیان کریں؟

### جواب:

فلاسفہ کے حشرِ اجساد اور معادجسمانی کے انکار میں تین مشہور شبہات ہیں۔

(1)شبہ آکل وماکول۔

(2)شبہ اعادۂ معدوم۔

(3) شبہ عدمِ ضرورتِ عالم ِثانی۔

### (1)شبہ آکل وماکول :

اگر کسی کافر نے مؤمن انسان کے بدن کو کھالیا، اور قیامت میں جب دنیوی جسم کے ساتھ حشر کیا جائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ مؤمن شخص پر عذاب ہو گا؛ کیونکہ مومن کافر کے پیٹ میں ہے اور کافر کو عذاب ہو رہا ہے، یا کافر شخص کو ثواب ملے گا؛ کیونکہ مومن کافر کے پیٹ میں ہے اور مومن کو ثواب مل رہا ہے۔

### (2)شبہ اعادۂ ِمعدوم:

معدوم وفنا شدہ مخلوق کو دوبارہ زندہ کر کے واپس لانا "اعادۂ معدوم" ہے اور "اعادۂ معدوم" محال ہے۔

اس لئے کہ جب مرنے کے بعد لاشیں مٹی ہو جائیں اور ان کے ذرات آپس میں ایسے مل جائیں کہ پہچان ختم ہو جائے، تو اس وقت اگر انسانی جسموں کے تمام بکھرے ہوئے حصوں کے بارے میں کامل علم ہو گا تو ہی مُردوں کو دوبارہ زندہ کیا جا سکے گا، تاکہ ہر شخص کے اعضاء اسی شخص کے جسم میں لوٹائے جائیں، اور چونکہ ایسا وسیع علم ناممکن ومحال ہے، لہذا اعادۂ معدوم محال ہے۔

### (3) شبہ عدم ضرورت عالمِ ثانی:

اگر عالمِ ثانی ہے تو وہ عالمِ ثانی ، اس عالمِ اول سے بہتر ہے یا بد تر ہے یا اسی کی مثل ہے؟ یہ تینوں شقیں باطل ہیں۔

اگر عالمِ ثانی ، عالمِ اول کی مثل ہے تو اس عالَم ثانی کو تخلیق کرنا بیکار اور عبث و لغو ہے اور عیب ہے، ہر عیب واجب(باری تعالی) کی شان میں محال ہے۔

اگر عالمِ ثانی ، عالم اول سے بد تر ہے تو اس عالم ثانی کی تخلیق بیکار اور عبث و لغو ہونے کے ساتھ ساتھ ظلم بھی ہے، اور واجب(باری تعالی) کے لئے ظلم محال ہے۔

اگر عالمِ ثانی ، عالم اول سے بہتر ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ واجب(باری تعالی) پہلی مرتبہ بہتر تخلیق پر قادر تھا یا نہیں؟

اگر پہلی مرتبہ بہتر تخلیق پر قادر نہیں تھا، تو عاجز ہوگا اور یہ عاجز ہونا واجب(باری تعالی) کے لئے محال ہے۔

اگر پہلی مرتبہ بہتر تخلیق پر قادر تھا، تو قادر ہونے کے باوجود کمتر چیز بنانا حکمت کے خلاف ہے، اور واجب(باری تعالی) کے لئے بغیر حکمت کے فعل صادر کرنا محال ہے۔

## سوال نمبر (11):حشرِ اجساد اور معادِ جسمانی کے انکار میں فلاسفہ کے شبہات کے جوابات بیان کریں؟

### جوابات:

### (1)شبہ آکل وماکول کا جواب:

(1)مفسرین نے(سورۃ البقرہ آیت نمبر 260 کے ضمن میں )حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا واقعہ لکھا ہے ،ایک دن حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے دریا کے کنارے ایک مردار دیکھا، جس کا کچھ حصہ دریا کے اندر اور کچھ باہر تھا، دریا اور خشکی کے جانور دونوں طرف سے اسے کھا رہے تھے، بلکہ کھاتے کھاتے ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام سوچنے لگے کہ اگر ایسا ہی انسانی جسم کے ساتھ ہو اور انسان کا بدن جانوروں کے بدن کا جزء بن جائے تو اس کو قیامت میں کیسے اٹھایا جائے گا؟ جبکہ وہاں انسان کو اسی بدن کے ساتھ اٹھنا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا: اے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ خداوندِ عالم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے؟ انھوں نے کہا: ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ دل کو تسلی ہو جائے۔

خداوندِ عالم نے حکم دیا کہ چار پرندے لے لو اور ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت ایک دوسرے سے ملا دو، پھر اس مجموعی گوشت کے چار حصے کر دو، ہر حصہ ایک الگ پہاڑ پر رکھ دو، اس کے بعد ان پرندوں کو پکارو، انہوں نے ایسا ہی کیا تو انتہائی حیرت کے ساتھ دیکھا کہ پرندوں کے اجزاء مختلف مقامات سے جمع ہو کر ان کے پاس زندہ ہو کر آ گئے۔

اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا اصل سوال یہ تھا کہ ایک انسان کا بدن دوسرے جانوروں کے بدن کا جزء بننے کے بعد اپنی اصلی صورت میں کیسے پلٹ سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو مشاہدہ کروادیا گیا کہ اللہ تعالی اس بات پر قادر ہے کہ تمام اجزاء کو یکجا کر کے دوبارہ تخلیق کر دے۔

(2) انعام وثواب اور سزا وعذاب کا معاملہ دنیا میں بھی ماورائے فہم ہے اور آخرت میں بھی ماورائے فہم ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ انسانی بدن کے خلیے (cells) بچپن سے لے کر موت تک بار ہا بدلتے رہتے ہیں؛ کیونکہ ایک طرف سے وہ غذا حاصل کرتے ہیں اور نئے خلیے حاصل کرتے ہیں(cell Mitosis)اور دوسری طرف پرانے خلیے( Cell apoptosis) رفتہ رفتہ ناکارہ ہو کر، فنا ہوتے رہتے ہیں ،دس سال سے کم عرصے میں انسانی بدن کے سابقہ خلیوں میں سے کچھ باقی نہیں رہتا، لیکن یاد رہے کہ پہلے خلیے جب موت کی وادی کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو اپنے تمام خواص اور آثار نئے اور تازہ خلیوں کے سپرد کر جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انسانی جسم کی تمام خصوصیات رنگ اور شکل وصورت سے لے کر دیگر جسمانی کیفیات تک، زمانہ گزرنے کے باوجود اپنی جگہ قائم رہتی ہیں، اور یہ سلسلہ مرتے دم تک چلتا رہتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ، کیا کوئی مجرم جسے عمر قید کی سزا مل چکی ہو، وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے دس سال پہلے جرم کیا تھا اور مجھے جیل میں قید کر دیا گیا ، اب دس سال کے بعد وہ جسم جس نے جرم کیا تھا وہ فنا ہو گیا اور اب نیا جسم ہے، جس نے جرم نہیں کیا ، چنانچہ اب مجھے جیل سے رہا کر دینا چاہیئے، یقیناً یہ دلیل ناقابلِ قبول ہے۔

جو شبہ آکل وماکول پیش کیا گیا ہے، کہ ثواب اور عذاب کا معاملہ کیا ہو گا؟ وہ اس نئی سائنسی وضاحت کے بعد مزید پیچیدہ ہو گیا ہے اس پیچیدگی کا آسان حل یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا معاملہ دنیا میں بھی ماورائے فہم ہے اور آخرت میں بھی ماورائے فہم ہے ،لہذا عقلی اعتراضات یہاں پر غیر معتبر ہیں۔

## (2) شبہ اعادۂ معدوم کا جواب:

(1) یہ شبہ ان لوگوں نے اٹھایاہے جو اللہ تعالی کے لامحدود علم کو نہیں جانتے اور اس کا موازنہ اپنے محدود علم سے کرتے ہیں، سورہ سبأ کی آیت نمبر 3 میں ارشاد ہوتاہے:

﴿عَالِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾

ترجمہ: وہ عالم الغیب ہے، جس سے آسمانوں اور زمین کی ذرہ برابر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور نہ اس (ذرہ) سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر وہ کتابِ مبین میں (درج) ہے۔

یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ اللہ تعالی کائنات کے ذرے ذرے کو جانتا ہے چنانچہ دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالی کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

(2) قرآن مجید کی کثیر آیات سے اعادۂ معدوم ثابت ہے، مثلاً: حضرت عزیر علیہ الصلاۃ والسلام کے دراز گوش (گدھا) کا زندہ ہونا، بنی اسرائیل کے وہ افراد جو طاعون سے ڈر کر بھاگے تھے، ان کا زندہ ہونا، اور کوہِ طور پر چالیس افراد کا دوبارہ زندہ ہونا، وغیرہ۔

## (3) شبہ عدمِ ضرورت عالمِ ثانی کا جواب:

(1) فلاسفہ کی پوری دلیل مغالطوں پر مبنی ہے، ہمارے نزدیک، عالم اول کے بعد دو عالم ہیں، ایک جنت جو کہ عالم اول سے بہتر ہے اور دوسرا جہنم جو کہ عالم اول سے بد تر ہے اور یہ جہاں اس لئے تخلیق کیا گیا ہے کہ یہاں پر امتحان ہو اور پھر اچھے اور برے میں امتیاز ہو جائے، جو اچھے ہیں وہ جنت کے حق دار ہوں اور جو برے ہیں وہ جہنم کے مستحق ہوں۔

(2) فلاسفہ کا یہ کہنا کہ اگر عالمِ ثانی، عالم اول سے بد تر ہے تو اس عالم ثانی کی تخلیق بیکار اور عبث و لغو ہونے کے ساتھ ساتھ ظلم بھی ہے، اور واجب (باری تعالی) کے لئے ظلم محال ہے، یہ مغالطہ ہے؛ کیونکہ ظلم کی تعریف ہے "غیر کی ملکیت میں تصرف کرنا" جبکہ ہر شے اللہ تعالی کی مخلوق ہے تو ظلم کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، مزید یہ کہ عالم ثانی کا بد تر ہونا بھی اللہ تعالی کی قدرت کا اظہار ہے۔

(3) فلاسفہ کا یہ کہنا بھی جہالت ہے کہ، اگر پہلی مرتبہ بہتر تخلیق پر قادر تھا تو قادر ہونے کے باوجود کمتر چیز بنانا حکمت کے خلاف ہے، کیونکہ پہلی مرتبہ کمتر تخلیق کی بھی حکمت ہے جو کہ اوپر بیان ہو چکی۔

## سوال نمبر (12):فلاسفہ کے نزدیک زمانے کا کیا نظریہ ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

### جواب:

فلاسفہ زمانے کو ازلی اور ابدی مانتے ہیں، یعنی زمانہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، یہ نظریہ درست نہیں ہے، کیونکہ فقط اللہ تعالی اور اس کی صفات ازلی ہیں، اس کے علاوہ کسی چیز کو بھی ازلی ماننا کفر ہے۔

## سوال نمبر (13):فلاسفہ کے نزدیک زمانہ ازلی ہے ، اس کی کیا دلیل ہے؟

### جواب:

فلاسفہ نے زمانے کے ازلی ہونے کو ثابت کرنے کے لئے دلیل الخلف پیش کی ہے۔

### دلیل خلفی:

مان لو ہماری بات کے زمانہ ازلی ہے،اس کی کوئی ابتدا نہیں ہے، ورنہ ہم دلیل چلائیں گے۔

اگر تم مانتے ہو کہ زمانہ ازلی نہیں ہے یعنی زمانے کی ابتدا ہے، تو یقینا زمانے کے وجود سے قبل،"عدمِ زمانہ" ہو گا اور اس کے بعد زمانہ شروع ہو گا۔

اب یہاں عدمِ زمانہ پہلے ہے اور وجودِ زمانہ بعد کو ہے اور بدیہی سی بات ہے کہ عدمِ زمانہ اور وجودِ زمانہ، دونوں ایک ساتھ نہیں پائے جائیں گے، ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا، اور قاعدہ ہے کہ **"کل قبلیة لاتوجد مع البعدیة فھی زمانیة"**(ہر وہ قبلیت، جو بعدیت کے ساتھ جمع نہ ہو سکے وہ زمانی ہے) اور چونکہ عدمِ زمانہ (وہ قبلیت ہے)، وجودِ زمانہ (جو کہ بعدیت ہے) کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا؛لہذا، عدمِ زمانہ بھی زمانہ ہے، جو کہ خلافِ مفروض ہے۔(فرض تو کیا تھا کہ یہ عدمِ زمانہ ہے اور لازم یہ آرہا ہے کہ یہ وجودِ زمانہ ہے )

دوسری خرابی یہ لازم آرہی ہے کہ، یہاں **" تقدم الشيء علی نفسه"**(کسی چیز کا اپنے وجود سے مقدم ہو جانا) ہے، یعنی زمانے کے وجود سے پہلے زمانہ پایا گیا۔

یہ دونوں خرابیاں اس لئے لازم آرہی ہیں کہ، آپ زمانے کوازلی نہیں مانتے، چنانچہ ہمارامدعادرست ہے کہ "زمانہ ازلی ہے"۔

## سوال نمبر(14): فلاسفہ کے اس باطل نظریے(زمانہ ازلی ہے) کا ردّ لکھیں ؟

**جواب:**

(1)فلاسفہ زمانے کو"مقدارِ حرکت"کہتے ہیں، اور حرکت بالاتفاق حادث ہے۔

(2)فلاسفہ زمانے کی حرکت کو ماضی میں لامتناہی اور موجود بالفعل مانتے ہیں، جو کہ تسلسل کو مستلزم ہے اور تسلسل باطل ہے۔

(3) فلاسفہ زمانے کو ممکن مانتے ہیں اور ہر ممکن حادث ہے۔

(4)فلاسفہ کی دلیل باطل ہے؛کیونکہ اس پر نقض وارد ہو گا اور (نعوذ باللہ) یہ دلیل واجب (باری تعالی) کی ذات کو بھی زمانہ میں ثابت کر دے گی، مثلاً: اللہ تعالی کا وجود تمام مخلوقات سے مقدّم ہے، اور فلاسفہ کا قاعدہ ہے، "کل قبلية لاتوجد مع البعدية فهي زمانية"(ہروہ قبلیت،جو بعدیت کے ساتھ جمع نہ ہو سکے وہ زمانی ہے)، چنانچہ واجب (باری تعالی) بھی زمانے میں داخل ہو جائے گا، حالانکہ بالاتفاق واجب (باری تعالی)زمانے سے پاک ہے۔

(5) فلاسفہ ماضی اور مستقبل کو زمانہ مانتے ہیں ،لیکن حال کو زمانہ نہیں مانتے،بلک" آنِ موہوم " مانتے ہیں، یعنی حال کو عدمِ زمانہ مانتے ہیں، تعجب یہ ہے کہ،ہمیں" عدمِ زمانہ"ماننے سے منع کرتے ہیں، اور فلاسفہ خود" عدمِ زمانہ" کو مانتے ہیں۔

(6)" تقدم الشيء على نفسه "کا بطلان ،صرف ان چیزوں میں ہوتا ہے جن کا خارجی وجود ہو ، اور انہیں تقدیم و تاخیر بھی خارج میں لاحق ہو ، مثلاً: مرغی پہلے ہے یا انڈہ پہلے ہے۔

ہم چونکہ زمانے کو پہلے معدوم مانتے ہیں،لہذازمانے کا کوئی ظرفِ حقیقی نہیں ہے اور نہ ہی "عدمِ زمانہ" کو تقدیمِ خارجی لاحق ہے،لہذافلاسفہ نے جو"تقدم الشيء على نفسه"کابطلان ہم پر جاری کیاہے،وہ ہم پر جاری نہیں ہو سکتا۔

(7) جس طرح ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ "زمانہ،زمانے میں ہے"؛کیونکہ اس سے "ظرفية الشيء لنفسه" لازم آئے گا،اسی طرح فلاسفہ کا یہ کہنا کہ "عدمِ زمانہ بھی زمانہ ہے" یہ بھی ٹھیک نہیں ہے؛کیونکہ اس سے "ظرفية الشيء لنقيضه" لازم آئے گا۔

(8) زمانہ ایک موہوم چیز ہے(یعنی ذہن اس کے وجود کا انکار نہیں کر سکتا)،موہوم دو طرح کے ہوتے ہیں ، ایک وہ کہ جس کا منشاء(ظہور کا مقام)موجود ہو(مثلاً:ابوّت ، بنوّت)،دوسرا وہ کہ جس کا منشاء موجود نہ ہو(مثلاً:زمانہ)،جب زمانہ ایک ایسا کمزور موجود ہے، جس کے وجود کا منشاء بھی موجود نہیں ، تو زمانے کے لئے سب سے اعلیٰ وجود (یعنی ازلی وجود) کیسے ثابت ہو سکتا ہے ؟

(9) جیسے اعداد میں "ایک "سب سے پہلے ہے اور "ایک "سے پہلے،نہ عدمِ ایک ہے،نہ "وجودِ غیرِ ایک "،چنانچہ یہاں یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ،"ایک "سے پہلے کیا ہے ؟ بالکل یہی معاملہ "زمانے "کا ہے وجودِ زمانہ وہ پہلا ہے کہ جس سے پہلے کچھ بھی نہیں،نہ اس سے پہلے عدمِ زمانہ ہے اور نہ وجودِ غیر زمانہ،چنانچہ یہاں یہ کہنا کہ زمانے سے پہلے کیا ہے ؟ غلط سوال ہے،یہاں قبلیت متصور ہی نہیں ہے،جس طرح عدد میں قبلیت متصور نہیں ہے۔

(10) بالکل یہی تقریر "مکان "میں بھی جاری ہو سکتی ہے، جو کہ بالکل غلط نتائج دے گی۔

اگر مکان محدود ہو گا تو اس کی عدمِ مکانیت ،مکان کے اندر نہیں ہو گی،بلکہ مکان سے باہر ہو گی ،اور "اندر ہونا،باہر ہونا"،یہ خود صفتِ مکانی ہے،لہذا "لا مکان "میں مکان ہو گیا،اور یہ محال ہے،لہذا محدودیتِ مکان محال ہے۔

نتیجہ یہ آیا کہ مکان بھی لا محدود ہے، حالانکہ فلاسفہ کے نزدیک مکان محدود ہے۔

غرض !جس دلیل سے زمانہ ازلی ثابت ہو گا، اسی دلیل سے مکان بھی لا محدود ثابت ہو گا، گویا یہ دلیل لائقِ استدلال نہیں، حق بات یہ ہے کہ زمان و مکان،دونوں ازلی نہیں ہیں،دونوں کے لئے ابتداء ہے،دونوں حادث ہیں،دونوں محدود ہیں۔

(11) غیر متناہیت یعنی ازلیتِ زمانہ باطل ہے،دلیل بیان کرنے سے پہلے چھ مختصر مقدمات ہیں ،جو بدیہی ہیں اور جس سے عقلاً اختلاف قطعاً درست نہیں۔

**مقدمات:**

**(نمبر 1)** ہر موجود، معروض العدد ہے یعنی ہر موجود کو عدد (نمبر) عارض ہو سکتا ہے، یعنی وہ گننے میں آسکتا ہے، مثلا: زید، عمرو، بکر، پتھر، درخت وغیرہ؛ کیونکہ عدد کے عروض کے لئے معدود کا صرف وجود ہی کافی ہے۔

**(نمبر2)** ہر عدد (نمبر) خواہ غیر متناہی ہو یا متناہی، تضعیف یعنی ضرب کے قابل ہے، یعنی ہر عدد کو آپ ضرب کرسکتے ہیں، مثلا: دو عدد ہو یا تین ہو یا چار ہو وغیرہ۔

**(نمبر3)** ضرب سے حاصل شدہ عدد، اصل عدد سے زیادہ ہوتا ہے، مثلا: آپ نے دو کو دو میں ضرب دیا تو اس کا حاصلِ ضرب چار ہے، تو وہ دو سے زیادہ ہے۔

**(نمبر4)** اصل عدد پر، زائد عدد کا اضافہ، آخر کی جانب سے ہو گا، اول اور درمیان کی طرف سے نہیں ہو گا، مثلا: پانچ پر اضافہ کیا جائے تین کا تو یہ آٹھ ہو جائے گا، یہ اضافہ پانچ کے آخر کی طرف سے ہو گا، پانچ کے اول اور درمیان کی طرف سے نہیں ہو گا۔

**(نمبر5)** غیر متناہی کی نہ ابتداء ہوتی ہے، نہ انتہاء ہوتی ہے، نہ درمیان ہوتا ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے تو غیر متناہی نہیں رہے گا۔

**(نمبر6)** عدد کا متناہی ہونا، معدود کے متناہی ہونے کو مستلزم ہے، یعنی اگر نمبر متناہی ہو تو یہ نمبر جس کو عارض ولاحق ہو، وہ بھی متناہی ہو گا۔

**دلیل:** اگر معدود (یعنی جس کے لئے عدد ہو) متناہی نہیں ہو گا تو پھر پہلے مقدمہ کے خلاف لازم آئے گا اور پہلا مقدمہ عقلاً واضح اور درست ہے۔

## دلیلِ متناہیت یعنی عدمِ ازلیتِ زمانہ:

اگر دنیا میں موجود تمام اشیاء (بشمولِ زمانہ) کے اختتام پر، ایک واجب ذات یعنی خدا نہ ہو، اور ممکنات اور موجودات کا یہ سلسلہ غیر متناہی جاری رہے، تو ظاہر بات ہے، عالمِ وجود میں غیر متناہی موجودات وازمان کا وجود آئے گا۔

اب پہلے مقدمہ کے رُو سے، یہ (موجودات و ازمان) معدودات بن جائیں گے، یعنی عدد اور نمبر عارض ولاحق ہو گا، تو لازم ہے وہ اعداد (نمبرز) جو ان (موجودات و ازمان) کو عارض ہیں، وہ بھی غیر متناہی ہوں گے۔

اب دوسرے مقدمہ کے رُوسے ،وہ اعداد ضرب کے قابل ہوں گے، غیر متناہی اس لئے ضرب کے قابل ہے کہ جب آپ غیر متناہی کے ادراک پر عقلاً قادر ہوں تو پھر اس کے ضرب پر بھی قادر ہوں گے، دونوں باتوں پر قدرت رکھنے میں عقلاً کوئی تفاوت نہیں۔

اب تیسرے مقدمہ کے رُوسے، ان غیر متناہی اعداد کو جب آپ ضرب کرتے ہیں تو اس میں اضافہ ہو گا۔

اب چوتھے مقدمہ کے رُوسے، یہ اضافہ آخر کے طرف سے ہو گا۔

اب پانچویں مقدمہ کے رُوسے، جس چیز کے لئے آخر ہو، وہ متناہی ہوتا ہے، جب اعداد کے لئے آخر ثابت ہو گیا تو اب اعداد متناہی ہو گئے، جنہیں غیر متناہی مانا تھا۔

جب اعداد متناہی ثابت ہو گئے تو، اب چھٹے مقدمہ کے رُوسے، معدودات (موجودات، ازمان اور ممکنات) کا متناہی ہونا لازم ہو گا؛ کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ موجودات غیر متناہی ہوں اور عدد متناہی ہو؛ کیونکہ پہلے مقدمہ کے رُوسے، دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کو عدد عارض نہ ہو۔

ریاضیاتی قطعی دلیل سے واضح ہوا کہ معدودات (موجودات، ازمان اور ممکنات) متناہی ہیں اور فلاسفہ کا نظریہ غلط ثابت ہوا۔

## سوال نمبر (15): فلاسفہ کا افلاک کے بارے میں کیا نظریہ ہے اور اس کا کیا حکم ہے ؟

## جواب:

فلاسفہ کے نزدیک نو (9) افلاک ہیں اور واجب (باری تعالی) نے ان افلاک کو بالواسطہ تخلیق کیا ہے، یہ افلاک انسان کی طرح باشعور ہیں اور حرکت بالارادہ کرتے ہیں ، ان کا مادہ (اثیر) قدیم ہے، ان کی حرکتِ جزئیہ حادث ہے اور حرکتِ کلیہ قدیم ہے، یعنی فلاسفہ افلاک کے بارے میں قدیم زمانی اور قدیم نوعی دونوں مانتے ہیں، یہ کفریہ نظریہ ہے۔

## سوال نمبر (16): قدیم زمانی اور قدیم نوعی کیوں کفریہ نظریہ ہے؟

## جواب:

اللہ تعالی کی ذات اور صفات کے علاوہ کسی بھی شے کو کسی بھی طرح قدیم ماننا کفر ہے۔

(1) بدیہی قاعدہ ہے کہ "قدیم کے لئے ایسا وقت ہونا ضروری ہے کہ قدیم موجود ہو اور کوئی بھی حادث موجود نہ ہو"۔

فلاسفہ ،واجب(باری تعالی) کو قدیم ذاتی اور زمانی مانتے ہیں ،لہذا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ، واجب کے ساتھ کوئی بھی حادث موجود نہ ہو،لیکن جب افلاک کو قدیم زمانی(حادث ذاتی)اور قدیم نوعی(حادث فردی)مان لیا ، تو قدیم کے ساتھ حادث کا وجود آگیا ،جو کہ بداہۃً محال ہے۔

(2) عند المناطقہ،بدیہی بات ہے کہ" نوع کا وجود ، فرد کے ضمن میں ہوتا ہے" ، جب تک فرد نہ ہو تو نوع بھی نہیں، عند الفلاسفہ جب ازل میں افلاک کا کوئی فرد موجود نہیں تو افلاک کی نوع کیسے ہو سکتی ہے؟ اور جب فرد حادث ہے تو نوع کیسے قدیم ہو سکتی ہے ؟

(3) عند المناطقہ، قاعدہ ہے کہ" جو حکم ،کسی نوع کے تمام افراد میں سرے سے موجود ہی نہ ہو، تو وہ نوع میں بھی موجود نہیں ہوگا"، عندالفلاسفہ ،فلک کی تمام جزئی حرکات حادث و متناہی ہے اور کلّی حرکت قدیم و غیر متناہی ہے، یہ نظریہ مذکورہ قاعدے کی بناء پر باطل ہے، جب تمام جزئی حرکات حادث و متناہی ہیں تو حرکت کی نوع بھی حادث و متناہی ہوگی۔

(4) ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ واجب(باری تعالی)نے ازل میں افلاک کی نوع کو خارج میں وجود دینے کا ارادہ کیا تھا یا نہیں؟

اگر ارادہ نہیں کیا تھا،تو ازل میں افلاک کی نوع کا وجود محال ہے اور یہ شق ہمیں قبول ہے اور آپ کو منظور نہیں ہے۔

اور اگر ارادہ کیا تھا تو ازل میں افلاک کی نوع ضرور خارج میں موجود ہوگی، اور جب نوع ازل میں موجود ہوگی تو لازماً افلاک کا فردِ معین بھی ازل میں موجود ہوگا اور قدیم ہوگا؛ کیونکہ نوع ہمیشہ فرد کے ضمن میں ہوتی ہے۔

اب آپ کے پاس دو راستے ہیں یاتو نوع اور فرد دونوں کو حادث مانیں اور ہمارے ساتھ ہوجائیں، یانوع اور فرد دونوں کو قدیم مانیں اور احمقوں کی فہرست میں شامل ہوجائیں؛ کیونکہ فرد کا حدوث اجلیٰ بدیہیات میں سے ہے۔

# ختم شد